مکرم باسل احمد بشارت صاحب

چوتھی صدی ہجری کے مجدد۔ حضرت ابوالحسن علی اشعری

نام و نسب

آپ کا نام علی بن اسماعیل، کنیت ابوالحسن اور لقب ناصر السنّت تھا۔ آپ کے والد محترم کا نام اسماعیل بن ابو بشر اسحاق تھا۔ اپنے جد امجد صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے نسبت کی وجہ سے اشعری کہلوائے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبداللہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردۃ عامر بن ابی موسیٰ اشعری۔ (مسند ابن ابی شیبہ جزء2 ص 179)

پیدائش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمنی آئے ہیں جو نرم دل اور رقیق القلب ہیں، فقہ یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب قوم الاشعریین واھل الیمن)

بعض علماء کے نزدیک مندرجہ بالا حدیث اور اس جیسی اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ابو الحسن الاشعری کی پیدائش کی بشارت دی ہے۔ جیسے عالم قریش والی حدیث میں امام شافعی اور عالم المدینہ والی حدیث میں امام مالک کی پیشگوئی ہے۔

ان بشارات کے مطابق آپ کی پیدائش 260ھ میں عراق کے شہر بصرہ میں ہوئی۔ آپ کا خاندان اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتا تھا۔

تعلیم و تربیت

آپ کی عمر کے پہلے دس سال قرآن وحدیث کے علوم کے حصول میں گزرے۔ اس کے بعد پھر آپ کے والد محترم نے اہل سنت ہونے کے باوجود ابتدائی تعلیم و تربیت کے لیے آپ کو معتزلہ کے بزرگ عالم ابو علی جبائی کے گھر بھجوا دیا۔ پس آپ کی تعلیم و تربیت معتزلی عقائد پر ہونے لگی۔ یوں آپ علوم معتزلہ میں طاق ہوئے اور فن مناظرہ و مجادلہ کے ماہر ہونے اور گہرے غور و تفکر کرنے کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔ آپ اپنی بات کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے آپ نے علم الکلام کی بنیاد ڈالی۔ اس علم سے آپ کو خاص شغف تھا جس کی وجہ سے آپ نے اس میں پوری دسترس حاصل کی۔ آپ علماء و فقہاء کی مجالس سے استفادہ فرمایا کرتے تھے۔

علوم حدیث آپ نے زکریا بن یحیی الساجی سے سیکھے۔ جامع منصور بغداد میں ابو اسحاق المروزی فقیہہ کی مجالس میں شامل ہو کر ان سے فقہ کی تعلیم پاتے اور وہ آپ سے علم الکلام سیکھتے تھے۔ بعض مالکیوں نے سمجھا کہ آپ مالکی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ درست نہیں لیکن جنہیں آپ کے حالات کی خبر تھی وہ جانتے تھے کہ آپ شافعی المسلک تھے۔ (طبقات الفقہاء الشافعیہ جزء2 ص 604 از عثمان بن عبدالرحمن الشہزوری (متوفی 643ھ)

امام معتزلہ اور رجوع

قریباً چالیس برس تک آپ معتزلی عقائد پر رہے یہاںتک کہ معتزلہ کے امام بن گئے۔ اپنے اساتذہ سے مناظرے کیا کرتے تھے اور جو سوال عقل و فکر کے خلاف معلوم ہوتے تھے وہ دریافت کیا کرتے تھے لیکن اپنے معتزلی اساتذہ و علماء سے شافی و کافی جواب نہ پاتے۔ جس کی وجہ سے آپ ان سوالات میں مزید غور و فکر کرتے رہتے تھے۔

چونکہ ابوالحسن اشعری دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ساتھ بات کرنے کے عادی تھے۔ جب انہوں نے معتزلی اقوال میں خرابیاں دیکھیں اور پوچھنے پر اساتذہ و علمائے معتزلہ سے تسلی بخش جوابات بھی نہ پاتے تو حیران ہوتے اور یہ بات آپ کو بے چین کئے رکھتی تھی۔ رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے معتزلہ کے اکثر عقائد سے بیزار ہوتے چلے گئے۔ جب کافی عرصہ آپ تذبذب کی حالت میں رہے تو 300ھ رمضان کے بابرکت مہینہ کے پہلے عشرہ میں آپ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا کہ اے علی! جو مذہب و طریق مجھ سے مروی ہے اس کی مدد کرو یقیناً وہی حق ہیں۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کے دل میں یہ بات داخل ہوگئی اور آپ پورا عشرہ مھموم و مغموم رہے۔ پھر دوسرا عشرہ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ دوبارہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے کیا کیا جو میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔ تو ابوالحسن اشعری نے کہا کہ آپ سے مروی صحیح مذہب و طریق سے تو میں نکل چکا ہوں، میں کیسے ایسا کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مذہب و طریق مجھ سے مروی ہے اس کی مدد کرو یقیناً وہی حق ہیں۔ جب آپ بیدار ہوئے تو شدید افسردہ اور غمگین ہوئے اور علم الکلام کو ترک کر دیا اور تلاوت قرآن کریم کو لازم کر لیا اور سنت وحدیث پر عمل شروع کر دیا۔

رمضان کی 27ویں رات آئی تو آپ کی عادت تھی کہ آپ اس ساری رات جاگ کر عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ لیکن اس رات آنکھ لگ گئی اور خواب میں تیسری دفعہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے وہی سوال دہرایا کہ تم نے کیا کیا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟ تو ابوالحسن نے فرمایا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے علم الکلام کو چھوڑ دیا ہے اور کتاب اللہ اور آپ ﷺ کی سنت کو پکڑ لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو علم الکلام کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا تھا میں نے تو اس مذہب وطریق کی تائید و نصرت کا حکم دیا تھا جو مجھ سے مروی ہیں اور یقیناً وہی حق ہیں۔

ابوالحسن اشعری نے خواب میں ہی رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ میں کیسے اس مذہب کو ایک خواب کی بناء پر چھوڑ دوں جس کے مسائل کو دیکھنے اور دلائل کو جاننے میں تیس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں نہیں چھوڑو گے جبکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ اپنی طرف سے تمہاری مدد کرے گا۔ جب ابوالحسن اشعری جاگے تو حق ظاہر ہو چکا تھا۔ آپ پر ایسی نئی بحثیں اور نئے براہین کے دروازے کھول دیئے گئے جو آپ نے اپنے اساتذہ سے بھی نہیں سنے تھے، نہ ہی کسی مناظرہ میں پیش کئے تھے اور نہ ہی کسی کتاب میں دیکھے تھے۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ جز3 ص 349-348)

اس رؤیا کے بعد آپ پندرہ یوم تک اپنے گھر میں رہے اور لوگوں کے سامنے نہ آئے۔ اس کے بعد جامع گئے اور اس کے منبر پر چڑھ کر بولے: اے لوگو! میں اس مدت میں تمہارے سامنے اس لئے نہیں آیا کیونکہ میں غور و فکر کر رہا تھا۔ میرے پاس دلائل کا انبار تھا اور میرے نزدیک کوئی چیز کسی دوسری پر برتر و غالب نہیں نکلی۔ پس میں نے اللہ سے ہدایت طلب کی تو اس نے مجھے ان اعتقادات کی طرف ہدایت دے دی جو میں نے اپنی ان کتب میں چھوڑ رکھے تھے اور اب میں اپنے ان تمام عقائد سے الگ ہوتا ہوں جس طرح میں اپنے کپڑوں سے الگ ہوتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی قمیص اتار کر پھینک دی اور اپنی ان کتب کو جو آپ نے اہل سنت کے طریق کے خلاف لکھی تھیں لوگوں کے سامنے پھینک دیا۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ جز3 ص 347)

اہل معتزلہ سے مناظرے

حسین بن محمد عسکری بیان کرتے ہیں کہ ابوالحسن اشعری ابو علی جبائی کے شاگرد تھے اور آپ ماہر علم الکلام، نگاہ دانائی کے مالک اور مناظرہ و مباحثہ کے شہسوار تھے اور جبائی صاحب تصنیف و قلم تھے لیکن جبائی میں قوت مناظرہ زیادہ نہ تھی۔ جب انہیں مناظرہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اشعری سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ جز3 ص 347)

ابو سھل الصعلوکی بیان کرتے ہیں کہ ہم ابو الحسن اشعری کے ساتھ بصرہ میں مجلس علوی میں گئے اور وہاں معتزلہ سے مناظرہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے معتزلہ کو رسوا کیا اور ایک کے بعد دوسرا آتا گیا، ابوالحسن اشعری نے سب کو شکست دے دی۔ پھر دوبارہ دوسری مجلس میں گئے تو کوئی بھی مناظرہ کے لیے نہ آیا۔ (تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الاشعری از ابوالقاسم ابن عساکر متوفی 571ھ جز1 ص 94)

تکفیر سے انکار

زاھر بن احمد بیان کرتے ہیں کہ جب امام ابوالحسن اشعری بغداد میں میرے گھر آئے تو انہوں نے کہا کہ میرا گواہ رہنا میں کبھی کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہوں گا کیونکہ سب ایک ہی معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ باقی یہ سب عبارتوں کے اختلافات ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء جزء15 ص 88 از شمس الدین الذھبی متوفی 748ھ)

عقائد باطلہ اور بدعات کا خاتمہ

آپ نے سنت نبویہ پر عمل کرتے ہوئے بدعات کا خاتمہ کیا اور معتزلہ کے عقائد کارد کیا۔ خلق قرآن، تقدیر وغیرہ کے مسائل کو حل کیا۔ آپ معتزلہ، روافض، خوارج، جہمیہ، فرقہ قدریہ و جبریہ اور بدعتیوں کے لیے سیف مسلول تھے۔ کسی بدعت کو جاری نہ کیا اور نہ ہی کوئی نیا مذہب تشکیل دیا بلکہ آپ نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے مذہب کو ہی آگے بڑھایا اور اس کی حمایت کی اور اس پر ایک بند باندھا تا کہ کوئی اس میں رخنہ پیدا نہ کر سکے۔ آپ کا علم الکلام سنن کی وضاحت اور ان کے قیام کے لیے تھا۔ آپ نے اپنے علوم کو کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ کی تائید و نصرت کے لیے وقف کر دیا۔ اسی لیے آپ کو مجدد دین امت میں چوتھی صدی کا مجدد شمار کیا جاتا ہے۔

وفات

امام ابوالحسن اشعری 324ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا مدفن بغداد میں ہے۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی تو اہل سنت رو رہے تھے اور اہل بدعت خوشیاں منا رہے تھے۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ جزء3 ص 367)

تقویٰ و عبادت گزاری

ابو الحسن اشعری متقی، عبادت گزار اور گھڑی ہوئی احادیث سے بچانے والے ناصر السنّت تھے۔

آپ نے اپنی زندگی زہد میں گزاری۔ آپ پر متصوفانہ اثر کا غلبہ تھا۔ آپ تصوف میں سردار کا درجہ رکھتے تھے جیسا کہ علم الکلام اور مختلف علوم میں آپ سردار جانے جاتے ہیں۔ آپ کے خادم کا بیان ہے کہ آپ اپنے دادا بلال بن ابو بردۃ کی

مکرم باسل احمد بشارت صاحب

طرف سے وقف شدہ جائیدادی غلہ میں سے کھایا کرتے تھے۔آپ کا خرچ محض چند درہم ہوا کرتا تھا۔ (تاریخ بغداد جزء 11 ص 346)

علم وفضل کا شاہکار

ابو الحسن اشعری فقیہہ، عالم، مجتہداور محدث تھے۔آپ صاحب فراست اور دانا تھے اوران سب کا منبع اللہ کا نور تھا۔ آپ اعلیٰ صفات وحسنات کے مالک تھے۔ زبردست مناظر تھے۔علم الکلام کے بانی اور علم اصول کے ماہر تھے۔آپ کوامام المتکلمین اور امام المتصوفین بھی کہا جاتا ہے۔حضرت امام ابو الحسن اشعری علم وفضل کا مینار تھے۔علماء نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو امام اہل سنت، امام الفضل، رئیس الکامل، امام المتکلمین، زعیم المجددین، شیخ السنۃ، ناصر السنۃ، حبر الامۃ، امام ائمۃ الحق وغیرہ جیسے القابات سے نوازا۔

ابو اسحاق اسفرائینی کہتے ہیں کہ میں ابو الحسن الباہلی کے نزدیک ایسا ہی ہوں جیسے ایک قطرہ سمندر کے پاس ہوتا ہے اور میں نے ابو الحسن الباہلی کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں ابو الحسن اشعری کے نزدیک ایسا ہی ہوں جیسا ایک قطرہ سمندر کے پاس ہوتا ہے۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جزء 3 ص 351)

اساتذہ وشاگرد

ابوالحسن نے کثیر علماء سے اقتباس علم کیا۔آپ کے شاگردوں کی تعداد ان گنت ہے اور ان میں حنفی، مالکی شافعی اور حنبلی تمام مکاتب فکر شامل ہیں۔ ابو سہل الصعلوکی، ابو اسحاق اسفرائینی، ابو بکر قفال، ابوزید المروزی، ابوعبداللہ ابن خفیف، زاہر بن احمد سرخسی، ابوبکر جرجانی، ابو بکر الادونی وغیرہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے الاشاعرہ (اشعریین) کہلاتے ہیں اور آپ کواشعری فرقہ کا بانی کہا جاتا ہے۔

تصانیف

ابو الحسن اشعری صاحب لسان ہونے کے ساتھ صاحب قلم بھی تھے۔آپ نے بہت سی کتب لکھیں۔آپ کی کتب کی تقسیم دوطرح سے ہے۔ پہلی وہ کتب جومعتزلی عقائد کے دور میں لکھیں جن کے بارہ میں بعد میں آپ نے بیزاری کا اظہار کیا اور پھینک دیں۔دوسری قسم وہ ہے جو آپ نے معتزلہ سے تائب ہوکر اہل سنت ہونے کے دور میں لکھیں۔ان اکثر کتب میں معتزلہ کا ردّ کیا ہے۔آپ کی کتب کی مجموعی تعداد 100 سے بھی زائد ہے جن میں مشہور یہ ہیں: مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین، اللمع فی الرد علی اھل الزیغ والبدع، رسالہ الیٰ اھل الثغر، الابانۃ عن اصول الدیانۃ، رسالہ الاستحسان الخوض فی علم الکلام، الفصول فی الردّ علی الملحدین، الموجز، الاسماء والاحکام، الجوابات فی الصفات علی الاعتزال وغیرہ

خدا کے دَر کے سوا اور کوئی دَر نہیں

مکرم محمد لقمان صاحب

حضرت شیخ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مدارج السالکین'' میں ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے، جونفس امارہ کا شکار ہوکر غلط راہ پر چل نکلے تھے اور بغاوت و سرکشی اختیار کر چکے تھے بتاتے ہیں کہ وہ بزرگ کسی بستی سے گزر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ کھلا اور ایک بچہ چیختا، چلاتا، روتا ہوا گھر سے نکلا۔ اس کی ماں دھکے مار مار کر اُسے گھر سے نکال رہی تھی۔ ماں نے اسے گھر سے نکال کر دروازہ بند کر لیا۔ وہ بچہ روتا ہوا چلتا چلا گیا اور پھر ایک جگہ جا کر رُک گیا اور سوچنے لگا کہ میں اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر کہاں جاؤں گا۔ مجھے کون رکھے گا۔ میری دیکھ بھال کون کرے گا کون مجھ سے محبت کرے گا۔ کون میرے ناز اُٹھائے گا کون میری خواہش پوری کرے گا وغیرہ۔ یہ سوچ کر وہ واپس لوٹا اور پھر گھر کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ جب دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کوئی کھول نہیں رہا اور اندر جانے کی راہیں مسدود ہیں تو وہیں چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور اسی حالت میں سو گیا۔ کچھ دیر کے بعد اس کی ماں آئی، اس نے دروازہ کھولا، بچے کو یوں چوکھٹ پر پڑے سوتے دیکھا تو اس کا دل بھر آیا، اس کی ممتا نے جوش مارا اور اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ بچے کو اُٹھا کر سینے سے لگایا، پیار کیا اور کہا بیٹے! تو نے دیکھا کہ میرے سوا تیرے لئے محبت سے نظریں بچھانے والا اور پیار سے تجھے سینے سے لگانے والا اور کون ہے؟ تو نے نادانی اور نافرمانی سے میرا دل دکھایا اور مجھے غصہ دلایا، جو میری فطرت نہیں ہے۔ میری ممتا کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں تجھ سے پیار کروں اور از حد محبت کا اظہار کروں، تیری راحت اور تیرے سکون کے لئے دن رات ایک کر دوں، تیرے لئے ہر خیر چاہوں اور جو کچھ بھی میرے پاس ہے تجھے دیتی چلی جاؤں۔ اس لئے تم بھی خیال رکھا کرو۔ میرا دل نہ دکھایا کرو۔ مجھے ستایا نہ کرو۔ میرے آرام وسکون کا بھی خیال رکھا کرو۔

اس بزرگ نے یہ منظر دیکھا اور حیرت سے سکتے میں آ گیا۔ اور اس واقعہ سے ایک عظیم سبق سیکھ کر معرفت کی راہ پر چل نکلا۔

یہ ماں کی ممتا کے جذبات کی ایک جھلک تھی جو اس واقعہ سے ہمیں دیکھنے کو ملی۔ بخاری ومسلم میں ایک حدیث میں ایک منظر کا بیان ہے کہ ایک عورت بڑے والہانہ انداز میں اپنے بچے کو اُٹھاتی، بار بار سینے سے لگاتی اور دودھ پلاتی تھی۔ دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا تھا کہ ممتا کے جذبات سے اس کا سینہ اس قدر بھرپور ہے کہ بے ساختہ محبت کے جذبات اُمڈ کر آتے اور اسے اس قسم کے فعل پر مجبور کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خدا کی قسم! اللہ کی ذات میں اپنے بندوں کے لئے اس سے زیادہ پیار اور رحم ہے جتنا اس ماں میں اپنے بچے کے لئے ہے۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ایک حدیث ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو دوران سفر کسی ایسی غیر آباد اور سنسان زمین پر اُتر گیا ہو جو سامان حیات سے خالی اور اسباب ہلاکت سے بھرپور ہو۔ اس کے پاس صرف سواری کی اونٹنی ہو۔ اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو۔ پھر وہ ستانے اور آرام کرنے کی غرض سے لیٹ جائے اور سو جائے، جب اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی سامان سمیت غائب ہے، پھر وہ اس کی تلاش میں مارا مارا پھرے، یہاں تک کہ گرمی کی شدت اور پیاس کی زیادتی سے اس کی جان پر بن آئے اور وہ سوچے کہ میرے لئے اب یہی بہتر ہے کہ میں اُسی جگہ جا کر پڑ جاؤں جہاں سویا ہوا تھا، یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔ وہ اسی جگہ آئے اور مرنے کے لئے لیٹ جائے اور سو جائے۔ پھر جب اس کی دوبارہ آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کی اونٹنی اس کے پاس موجود ہے اور اس پر کھانے پینے کا سامان بھی پوری طرح موجود ہے۔ جتنا وہ مسافر اپنی اونٹنی کے مل جانے پر خوش ہوگا، خدا کی قسم! بندے کے توبہ کرنے سے خدا تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود رسول کریم ﷺ کی زبانی یہ اعلان کروایا کہ

''تو (ان کو ہماری طرف سے) کہہ دے، اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، وہ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔'' (الزمر:54)

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہرگز نہیں ہے کہ جو اس کے حضور عاجزی سے گر پڑے وہ اُسے خائب و خاسر کرے اور ذلت کی موت دیوے۔ جو اس کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسی نظیر ایک بھی نہ ملے گی کہ فلاں شخص کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق تھا اور پھر وہ نامراد رہا۔ خدا تعالیٰ بندے سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہش اس کے حضور پیش نہ کرے اور خالص ہو کر اس کی طرف جھک جاوے۔ جو اس طرح جھکتا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور ہر ایک مشکل سے خود بخود اس کے واسطے راہ نکل آتی ہے، جیسے کہ وہ خود وعدہ فرماتا ہے۔

(یعنی: جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اس کے لئے (مسائل ومعاملات) سے اخراج کی راہیں خود بنا دیتا ہے اور ان جگہوں سے اسے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے رزق ملنے کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ناقل)

اس جگہ رزق سے مراد روٹی وغیرہ نہیں بلکہ عزت، علم وغیرہ سب باتیں جن کی انسان کو ضرورت ہے اس میں داخل ہیں۔خدا تعالیٰ سے جو ذرہ بھر بھی تعلق رکھتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

ہمارے ملک ہندوستان میں نظام الدین صاحب اور قطب الدین صاحب اولیاء اللہ کی جو عزت کی جاتی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کا سچا تعلق تھا اور اگر یہ نہ ہوتا تو تمام انسانوں کی طرح وہ بھی زمینوں میں ہل چلاتے، معمولی کام کرتے مگر خدا تعالیٰ کے سچے تعلق کی وجہ سے لوگ ان کی مٹی کی بھی عزت کرتے ہیں۔

''......غرض اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو، جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آ جاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو، کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تا کہ وہ بیکار نہ ہو جاوے اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے، اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے ...... ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہے۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو۔ بچو۔''

(البدر مورخہ 14 / اپریل 1903ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود مذہب کی اصل غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''مذہب کی اصل غرض اس سچے خدا کو پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے۔''

فرمایا:۔

''مذہب کی جڑھ خدا شناسی اور معرفت نعماء الٰہی ہے اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں اور اس کا پھل برکات روحانیہ اور نہایت لطیف محبت ہے جو رب اور اس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدس و پاکیزگی کا مثمر ہے...... کمالیت محبت، کمالیت معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبت ذاتیہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا دن ہوتا ہے اور وہی ساعت نئے عالم کی پہلی ساعت ہوتی ہے۔''

حضور فرماتے ہیں۔

"یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہونا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے۔ اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہش جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہے دوزخ کی آگ ہے اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو۔ اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو۔ کیونکہ انسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو انسان کو تباہ کرنے کیلئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بغیر کامل کے غیر ممکن ہے۔ پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے۔"

حضرت مسیح موعود ساری انسانیت کو صلائے عام دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں۔ مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے؟ خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔"

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے
آمین

مکرم عطاء الوحید باجوہ صاحب

یارک یونیورسٹی (York University) کینیڈا

یارک یونیورسٹی آف کینیڈا وہ خوش قسمت یونیورسٹی ہے جس کی سرزمین کو مورخہ 2 نومبر 2016ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور ہمارے پیارے آقا نے یونیورسٹی کے Tributes Communities Recital Hall میں Justice In An Unjust World کے عنوان پر عظیم الشان خطاب فرمایا اور مورخہ 18 نومبر 2016ء کے خطبہ جمعہ میں اس یونیورسٹی میں ہونے والے پروگرام کا ذکر فرمایا۔ قارئین کرام کے لئے اس یونیورسٹی کا مختصر تعارف پیش ہے۔

یارک یونیورسٹی کینیڈا کے صوبہ اونٹاریو کے شہر ٹورانٹو میں واقع ہے۔ یہ اونٹاریو کی دوسری بڑی جبکہ کینیڈا کی تیسری بڑی یونیورسٹی ہے۔ اس یونیورسٹی سے تقریباً 53 ہزار طلبہ، 7 ہزار سٹاف اور دیگر عملہ منسلک ہیں۔ تقریباً تین لاکھ طلبہ دنیا کے مختلف حصوں سے اس یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ یہاں گیارہ فیکلٹیز ہیں جن میں لبرل آرٹس اینڈ پروفیشنل سٹڈیز، سائنس، لیسنڈ سکول آف انجینئرنگ، شیولیک سکول آف بزنس، اوزگوڈ ہال لاء سکول، گلینڈن کالج، ایجوکیشن، ہیلتھ، انوائرمنٹل سٹڈیز، گریجوایٹ سٹڈیز، سکول آف دی آرٹس، میڈیا، پرفارمنس اینڈ ڈیزائن کے شعبہ جات شامل ہیں، نیز 28 سینٹرز برائے تحقیق بھی یونیورسٹی کا حصہ ہیں۔

اس یونیورسٹی کا قیام 1959ء میں عمل میں آیا جبکہ اس میں تدریس کا سلسلہ ستمبر 1960ء میں شروع ہوا۔ پہلے دن اس یونیورسٹی میں صرف 76 طلبہ تھے۔ 13-2012ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے 40 ہزار 943 درخواستیں موصول ہوئیں جن میں سے تقریباً 11 ہزار امیدوار داخلہ لینے میں کامیاب ہوئے۔ یارک یونیورسٹی میں 120 اقسام کے انڈر گریجوایٹ پروگرامز، 17 ڈگری ٹائپس اور 170 ڈگری پروگرامز کروانے کی سہولت موجود ہے۔ اپنی کارکردگی کے حوالہ سے 17-2016ء میں اس یونیورسٹی کو دنیا بھر میں 301 سے 350 ویں نمبر پر قرار دیا گیا جبکہ کینیڈا بھر میں اس کا نمبر 9 تا 15 قرار پایا۔ اس کے مختلف شعبہ جات اور مضامین دنیا بھر میں مختلف ادوار میں اچھی کارکردگی پر خوب پذیرائی سمیٹ چکے ہیں مثلاً 2013ء میں QS ورلڈ یونیورسٹی رینکنگ کے مطابق اس کے شعبہ تاریخ کو دنیا بھر میں 33 ویں اور کینیڈا میں تیسرے نمبر پر قرار دیا گیا۔ جبکہ آرٹس، ہیومینیٹیز اور سوشل سائنس کے شعبہ جات بھی دنیا بھر کی پہلی 100 پوزیشنز میں رہے۔

یونیورسٹی کا بنیادی کیمپس (Keele Campus) 457 ایکڑ رقبہ پر محیط ٹورانٹو کے شمال میں یارک (York) ریجن سے ملحق واقع ہے۔ یونیورسٹی کا اکثر عملہ اسی کیمپس میں بودوباش رکھتا ہے۔ یونیورسٹی کی پانچ لائبریریاں ہیں۔ یونیورسٹی کے موجودہ چانسلر Greg Sobara ہیں جبکہ وائس چانسلر اور صدر Mamdouh Shoukri ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

مکرم عطاء الوحید باجوہ صاحب

غزل

انشا جی اُٹھو اب کوچ کرو، اس شہر میں جی کا لگانا کیا
وحشی کو سکوں سے کیا مطلب، جوگی کا نگر میں ٹھکانا کیا

پھر ہجر کی لمبی رات یہاں، سنجوگ کی تو سب ایک گھڑی
جو دل میں ہے لب پر آنے دو، شرمانا کیا، گھبرانا کیا

اس دل کے دریدہ دامن میں، دیکھو تو سہی، سوچو تو سہی
جس جھولی میں سو چھید ہوئے اس جھولی کا پھیلانا کیا

شب گزری، چاند بھی ڈوب گیا، زنجیر پڑی دروازے پر
کیوں دیر گئے گھر آئے ہو، سجنی سے کرو گے بہانا کیا

رہتے ہو جو ہم سے دُور بہت، مجبور ہو تم، مجبور بہت
ہم سمجھوں کا سمجھانا کیا، ہم بہلوں کو بہلانا کیا

جب شہر کے لوگ نہ رستہ دیں، کیوں بن میں نہ جا بسرام کریں
دیوانوں کی سی نہ بات کرے تو اور کرے دیوانہ کیا

ابن انشا